چین کے دو مذاہب

مولانا عبدالقدوس ہاشمی

پروفیسر مولانا عبدالقدوس ہاشمی نے تاریخ ادیان اور تقابلی مطالعہ مذاہب پر ادارۂ قادریہ۔ کراچی میں طلبہ اور اساتذہ کے سامنے کئی تعلیمی خطبات دیئے تھے جن کا مجموعہ غالباً شائع ہوگا لیکن ابھی شائع نہیں ہوا ہے یہ مضمون پروفیسر موصوف کا ساتواں خطبہ ہے جو قارئین فکرونظر کے لئے پیش کیا جارہا ہے۔ یہ خطبہ خود اپنی جگہ پر ایک مکمل مضمون ہے اور چین کے دونوں بڑے اور مقبول مذاہب، تاؤمت اور کنفیوشس ازم کے متعلق بڑی قیمتی معلومات پر مشتمل ہے۔ یہ معلومات براہ راست چینی علما اور ان کی کتابوں سے حاصل کی گئی ہیں حضرت مولانا ہاشمی صاحب نے چین کے شہروں، دیہاتوں، خانقاہوں اور مٹھوں کا بڑا تفصیلی دورہ کیا ہے۔

ساجد الرحمٰن

توحید سے انحراف

تاریخ مذاہب کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً سب لوگ ایک ہی مذہب توحید کے قائل تھے، اس کے بعد رفتہ رفتہ لوگوں نے اپنے اور خالق کے مابین واسطے پیدا کئے۔ ابتدا میں یہ واسطہ ماں اور باپ تک محدود تھا۔ اس کے علاوہ کوئی اور واسطہ نہ تھا۔ دوسرے درجہ میں لوگوں نے اپنی ماں اور اپنے باپ

کی قبروں کو یادگار سمجھ کر اس کی تعظیم و تکریم کا طریقہ اختیار کیا۔ تیسرے درجہ میں انہیں زندہ اور صاحب قوت تسلیم کر کے اُن سے دعائیں کیں اور ان کی استعانت کا طریقہ جاری ہوا۔ پھر قبریں چونکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں ہو سکتی تھیں، اُن کی مختلف یادگاریں برکت کے لئے محفوظ کی گئیں، پھر اس کے بعد مٹی کے، لکڑی کے اور زمانۂ مابعد میں پتھر کے بت تیار ہو گئے۔

ماں اور باپ کی عظمت اور محبت کو ظاہر کرنے کے لئے مختلف شکلیں اختیار کی گئیں۔ کہیں شیرنی کا بدن عورت کے پستان اور چہرے کو ملا کر بت بنے جیسے مصری ابوالہول، کہیں عقلمندی کو لمبی داڑھی اور قوت مردانگی کو مست سانڈھ کے بدن سے ظاہر کیا گیا جیسے اشوریوں کا معبود بیل کہ اس کا چہرہ ایک بوڑھے آدمی کا ہے جس کی لمبی داڑھی ہے اور بدن سانڈھ کا ہے جس کا عضو تناسل تندی کی حالت میں ہے۔ کہیں گدھ کی شکل بنی، کہیں شیر اور کہیں اژدہا کی صورتوں میں ظاہر کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے ہر زمانہ اور ہر قوم میں نبی بھیجے جو انہیں پھر سے توحید کی تعلیم دیتے رہے۔ لیکن بہت سے لوگ ہر زمانہ میں توحید سے برگشتہ بھی رہے۔ اگرچہ کچھ لوگ ہمیشہ توحید پر قائم بھی رہے۔ لیکن ان کی تعداد روز بہ روز کم ہوتی گئی۔

جب انسانوں کی تعداد اور بڑھی اور لوگ روزی کی تلاش اور اپنے جانوروں کے لئے چارہ کی تلاش میں زمین کے مختلف حصوں میں پھیلے تو ماں باپ کی عظمت نے مذہب کو بھی ایک نسلی رنگ دے دیا۔ ایک دادا کی اولاد اپنے دادا اور اپنی ماں کے تصورات ساتھ لے گئی۔ اس طرح ہر نسل کا ایک مذہب بن گیا۔ جب ایک مدت کے بعد دوسری نسل کے لوگ وہاں آکر بسے تو ابتداءً جنگ و جدال کا دور رہا اور بالآخر فریق غالب کا معبود سب کا معبود قرار پایا یا اس طرح مختلف وطن میں مختلف وطنی مذاہب پیدا ہو گئے۔ اس کے برخلاف انبیاء آتے رہے اور یہ تعلیم دیتے رہے کہ مذہب نہ کسی نسل کا ہو سکتا ہے اور نہ کسی وطن کا۔ اللہ ایک ہے اور ساری کائنات کا خالق صرف وہی ہے۔ اس آواز کو نسل پرستوں اور وطن پرستوں نے دبانے کی ہر زمانہ

میں کوشش کی، جو لوگ پہلے سے ایک اللہ کے قائل تھے۔ انہیں اور جو کسی جدید نبی کی تعلیم سے اس کے قائل ہوئے انہیں ستاتے رہے۔ کبھی قتل کیا اور کبھی انہیں اپنے گھروں سے نکال دیا نسل کی برتری کے گیت گاتے رہے اور وطن کی سربلندی کے نعرے بلند ہوتے رہے۔ اس طرح دین و مذاہب کی علاقہ واری اور نسل واری تقسیم ہوگئی،

کچھ ایسے مذاہب کا ذکر کیا جاتا ہے جو اصلی صورت میں اگرچہ اب موجود نہیں ہیں مگر ان کے مشرکانہ افکار سے ایک دیو مالا یا علم الاصنام پیدا ہوگیا ہے، اسے انگریزی میں MYTHOLOGY کہا جاتا ہے۔ دنیا کی ہر بت پرست قوم میں ہر قوم کی ایک دیو مالا ہے، صرف ایک ملک عرب خصوصاً حجاز میں باوجود بت پرستی اور کثرت پرستی کے دیو مالا نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دیو مالا پیدا ہونے کے لئے بت پرستی کے ایک طویل عہد کی ضرورت ہوتی ہے اور حجازیوں میں جن میں سے اکثر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد تھے، دین توحید سے برگشتہ ہو کر بت پرستی کا طریقہ صرف تین سو سال پہلے شروع ہوا تھا۔ اس کے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری اور مکمل نبی پیدا ہو گئے۔ جنہوں نے پوری قوت کے ساتھ دین توحید اور اسلام کی دعوت دی۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جو دین دیا گیا تھا، وہ پوری قوت و وسعت کے ساتھ جاری ہوگیا۔ گویا بت پرستی کا عہد صرف تین سو سال بلکہ اس سے بھی کم رہا، اور اتنی مدت میں دیو مالا پیدا نہیں ہوسکتی تھی۔ اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ دوسری بت پرست قوموں کی طرح ان میں بت پرستی تو تھی مگر دیوی، دیوتا، ان کی شادیاں اور ان کی اولاد کی کہانیاں جسے دیو مالا کہا جاتا ہے، ان میں پیدا نہیں ہونے پائیں۔ اور اسی وجہ سے ہفتہ کے سات دنوں کے نام سات آسمانی دیویوں کے نام پر جیسے کہ دنیا کی ساری قوموں میں رکھے گئے ہیں، عربوں میں اس کا کوئی نشان موجود نہیں۔ وہ سن ڈے۔ آدیتوار یعنی سورج دیوتا کا مقدس نہیں

کہتے بلکہ اتوار کو یہودیوں کے سبت کے بعد کا پہلا دن یوم الاحد کہتے ہیں، اور اسی طرح دوسرے دنوں کے نام بھی عربی میں گنتی پہ ملتے ہیں، کسی دیوی کی طرف منسوب نہیں ملتے۔

وطنی و نسلی مذاہب اور دیومالا کا اثر بہت دیرپا ثابت ہوا ہے۔ اس لئے قدیم تمدنوں کے مذاہب کا مطالعہ گہری نظر سے ہونا چاہیئے۔ آج بھی مختلف صورتوں میں دیومالا کے اثرات مختلف ملکوں میں موجود ہیں اس لئے دیومالا کو پوری طرح سمجھنے کے بغیر ہم وہی مذاہب ہی نہیں بلکہ آسمانی مذاہب کو بھی اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے۔

وطنی اور نسلی مذاہب

وطنی اور نسلی مذاہب اس وقت وجود میں آئے اور پھیلے جب لوگ یکجائی رہائش کے عادی ہوئے اور کسی نہ کسی طرح کی تنظیم ان میں پیدا ہوئی۔ فاتحین کی فتوحات۔ یا نسلی و وطنی اشتراک نے اُن کو ایک قوم اور ایک جماعت کی شکل میں منظم کر دیا۔ اس دور کو تاریخ کی اصطلاح میں تمدن کا دور کہتے ہیں۔ تمدن کے معنی ہیں شہری زندگی اور شہری نظام۔ یہ لفظ بادیہ نشینی یا جنگل کی خانہ بدوشی کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے۔ اس سے مراد وہ دور ہے جب لوگ ایک جگہ مقیم رہ کر زندگی بسر کرنے لگے۔

ہمارا علم ناقص قدامت کی تاریکی میں آثار قدیمہ کی امداد سے دیکھنے تک محدود ہے۔ کچھ افسانے ہیں اور کچھ آثار قدیمہ، ان ہی دو ذرائع سے ہم کسی نہ کسی حد تک قدیم تمدنوں تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ علم مکمل نہیں ہے اور نہ مربوط ہے۔ بہت سی کڑیاں گم ہیں جنہیں ہمیں محض قیاس وخیال کے ذریعہ جوڑنا پڑتا ہے لیکن بہرحال ایک دھندلا سا خاکہ ہم آثار قدیمہ اور قیاس کی امداد سے تیار کر لیتے ہیں۔ اس طرح ہم قیاسی طور پہ آج سے تقریباً سات ہزار سال تک کے متعلق رائے قائم کر سکتے ہیں۔ بس اور اس کے پیچھے محض تاریکی

ہے۔ قیاس کا چراغ بھی اس تاریکی کا پردہ چاک کرنے میں کچھ بہت زیادہ مددگار ثابت نہیں ہوتا۔

ہمیں جن قدیم تمدنوں کا کچھ نہ کچھ حال معلوم ہے۔ان میں سب سے قدیم کون سا تمدن ہے اس کا صحیح طور پر فیصلہ نہیں ہو سکا ہے۔ یورپین محققین پہلے مصری تمدن کو قدیم ترین قرار دیتے تھے۔ اس کے بعد کی تحقیق نے ثابت کیا کہ وادی دجلہ و فرات (عراق) کا تمدن اس سے بھی زیادہ قدیم ہے۔ اور ہماری رائے اس سلسلہ میں یہ ہے کہ چینی تمدن ان دونوں سے زیادہ قدیم ہے۔ وادی دجلہ و فرات کے آثار ۳۵۰۰ قبل مسیح سے زیادہ پرانے نہیں ہیں، عراق کے قدیم ترین تمدن سمیری تمدن کے عروج کا یہی زمانہ بتایا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف چین کے بعض آثار قدیمہ ۴۵۰۰ سال قبل مسیح میں بھی وہاں مستقل کسان اور منظم حکومت کے وجود کو ثابت کرتے ہیں۔

ترتیب زمانی

ہماری رائے میں ترتیب زمانی شاید اس طرح صحیح ہو گی۔ لیکن یقینی ذریعۂ علم کی عدم موجودگی میں ہم یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ سمیری کے میخی خط سے چین کا کاہجی خط یقیناً زیادہ قدیم نظر آتا ہے۔

چینی مذاہب ۔ آبا پرستی، مظاہر پرستی، کنفیوشس، تاؤمت۔

عراقی مذاہب ۔ سمیری اکادی بابلی، اشوری۔

مصری مذاہب ۔ اوسیرس، ہورس، را، دیویاں، حیوان پرستی۔

ایرانی مذاہب ۔ زرتشت، مانی، مزدک، ثنویت، آتش پرستی۔

یونانی مذاہب ۔ کریٹ کا مذہب، شاہ پرستی، مردہ پرستی، فلسفیانہ افکار۔

ہندی مذاہب ۔ بدھ مت، جین مت، ہندو مت

کیلٹی مذاہب ۔ آبا پرستی، مظاہر پرستی، شجر پرستی۔

رومی مذاہب ۔ ارواح پرستی، آبا پرستی، شاہ پرستی،

ٹیوٹانی مذاہب ۔ آبا پرستی، شاہ پرستی

سالوی مذاہب ۔ آبا پرستی، حیوان پرستی ۔

جاپانی مذاہب ۔ کثرت پرستی، ہیرو پرستی، شاہ پرستی شنتوازم

اگرچہ یہودی مذہب اپنے دعویٰ کے بموجب اسلام اور عیسائیت کی طرح اپنی بنیاد لاہوتی الہام اور وحی الٰہی پہ رکھتا ہے لیکن نسلی اور وطنی آلودگی سے پاک نہیں ہے، اس میں نسلی تنظیم ہی سب کچھ ہے ۔ بہر حال یہودی مذہب وحی الٰہی سے وابستہ ہے اور اب اس میں بت پرستی اور دیومالا موجود بھی نہیں ہے ۔

چینی مذاہب

چین دنیا کا سب سے قدیم ملک ہے، اس وقت بھی آبادی کے اعتبار سے یہ دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے ۔ اس ملک کی آبادی اسی کروڑ یا اس سے بھی زیادہ نفوس انسانی پر مشتمل ہے کاغذ، بارود، کتابت، اور طباعت کی ایجاد کا فخر اسے حاصل ہے ۔ یہ آج سے تقریباً (۴۵۰۰) ساڑھے چار ہزار سال پہلے بھی یکجائی آبادی اور منظم حکومت رکھتا تھا ۔ آج کل یہاں قدیم مذاہب بھی ہیں اور زمانۂ مابعد میں پیدا ہونے والے مذاہب بھی، عیسائیت بھی ہے اور اسلام بھی یہاں بدھ مت والوں کی تقریباً ساڑھے تین کروڑ، عیسائیوں کی تقریباً ڈھائی کروڑ، اور مسلمانوں کی تقریباً آٹھ کروڑ کی آبادی بھی ہے ۔ اسی طرح تقریباً دو کروڑ آدمی ایسے بھی ہیں جو کمیونسٹ ہیں اور مذہب سے یکسر بیگانہ ہیں ۔ ایسے لوگ تھوڑے بہت ہر ملک اور ہر قوم میں زمانۂ قدیم سے پائے جاتے ہیں جو مذہب کی اخلاقی پابندیوں سے چھوٹنے کے لئے لامذہب بن جاتے ہیں ۔ اور ۱۸۳۹ء یعنی برٹن اون کے بعد سے بہت سے لوگوں نے محض جدت پسندی کے لئے بطور

فیشن لا مذہبی کا اظہار کرتے ہیں حالانکہ ان کا دل اس سے مطمئن نہیں ہوتا ہے۔

چینی عظیم فلسفی کُنگ فوزے (کنفیوشس) المتوفی ۴۷۰ قبل المسیح سے پہلے سے جو مذہب چین میں مقبول رہا ہے، وہ مظاہر پرستی اور آبا پرستی کے ساتھ معاشرت میں شامل افراد کے ساتھ خوش اخلاقی ہے، یہی تین ستون ہیں جن پر چین کے قدیم مذہب کی بنیادیں قائم ہیں۔ اور ان ہی سے متعلق قصوں اور افسانوں سے چینیوں کی دیومالا بن کر تیار ہوئی ہے۔ ان کی مظاہر پرستی کا یہ عالم ہے کہ چاند، سورج، ستارے، آسمان، دریا، پہاڑ درخت، ہوا، پانی اور بجلی، سب ہی مظاہر قدرت میں روحیں بلکہ الوہیت کو تسلیم کرکے ان کی پوجا کی جاتی تھی اور آبا پرستی کا یہ حال ہے کہ ہر چینی گھر میں ایک مٹی یا کسی دوسری دھات یا لکڑی کا ایک چھوٹا سا بت ہوتا تھا بلکہ آج تک چینیوں کے اکثر گھروں میں موجود ہیں جن کو صبح شام سلام کیا جاتا ہے اور گھر کی خوشحالی اور بلاؤں سے تحفظ کی اُن سے دعا کی جاتی ہے۔ یہ بت اُن کے عقیدہ کے بموجب ان کے دادا اور مورث اعلیٰ کے بت ہیں جن میں ان کی ارواح مقیم ہیں۔ اسی طرح اخلاقیات کے متعارف اصول اُن کے مذہبی عقائد میں شامل ہیں۔ افراد خاندان، اور دوسرے لوگوں کے ساتھ تعلق مذہبی احکام کے ماتحت منظم ہیں۔

قدیم چینیوں کے عقیدہ میں ہر انسان میں دو روحیں ہوتی ہیں، ایک آسمانی اور دوسری زمینی، مرنے کے بعد آسمانی روح، روح اعظم یا ہستی مطلق تھیان کے پاس چلی جاتی ہے۔ زمینی روحیں اسی زمین پر رہتی ہیں اور اپنے خاندان اور دوسروں کو نفع و نقصان پہنچاتی رہتی ہیں۔ زمینی روحیں دو گروہوں میں تقسیم ہیں، ایک اچھی اور نیکوکار جسے وہ شِن کہتے ہیں، اور دوسری بُری اور شر پسند جنہیں وہ کیوی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

قدیم چینیوں کے عقیدہ میں تھیان کو جسے عظمت والا شانگتی یعنی اوپر کا بادشاہ کہا جاتا

ہے، قادر مطلق اور خالق عالم کی حیثیت حاصل تھی۔ اسی نے ساری کائنات کو پیدا کیا۔

عبادت

قدیم چینی عقیدہ کے متعلق عام لوگوں کا فریضہ صرف یہ ہے کہ وہ اپنے مورث اعلیٰ کے سامنے دعا، اور مناجات کریں۔ اور اُن تمام اخلاقی احکام کی پوری پابندی کریں جو بادشاہ وقت کی طرف سے جاری کئے جائیں کیونکہ ان کے عقیدہ کے مطابق بادشاہ وقت تھیان یعنی خدائے مطلق کا فرزند ہوتا تھا۔ باقی اور کسی طرح کی عبادت یا قربانی عوام پر واجب نہ تھی، عبادت کرنا اور قربانی کرنا صرف بادشاہوں کا حق تھا، یا بادشاہ کے مقرر کردہ گورنر وغیرہ دوسرے اور تیسرے درجہ کے دیوتاؤں کے سامنے حسب مراتب وعہدہ مناجات کرنے اور قربانی پیش کرنے کا استحقاق رکھتے تھے۔ لیکن تھیان کی عبادت، اس سے مناجات یا اس کے سامنے قربانی پیش کرنے کا حق صرف بادشاہ چین کو حاصل ہوتا تھا۔ اس وجہ سے قدیم چین میں پروہت یا پیشوایان مذہب کا کوئی طبقہ الگ نہیں تھا۔ بادشاہ اور اس کے کارندے ہی پروہت اور پیشوا کی خدمت انجام دیتے تھے۔

تخلیق عالم کے متعلق قدیم چینیوں میں دو عقیدے رائج تھے۔ کچھ لوگ آفتاب کو باپ اور زمین کو ماں تسلیم کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اسی جوڑے سے ساری کائنات وجود میں آئی ہے اور اسی جوڑے نے فطرت کے ہر مظہر، دریا، پہاڑ، جنگل اور صحرا میں اپنی روح بکھیر دی ہے، اس لئے ان سب میں الوہیت ہے اور یہ سب معبود ہیں، لیکن آفتاب، زمین اور ان سب چیزوں سے برتر ایک ہستی ہے اور وہ تھیان (آسمان یا سورج) ہے۔

ایک گروہ کے لوگ تخلیق عالم کا ایک عجیب افسانہ سناتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ابتداء میں کچھ نہ تھا، صرف تھیان تھا، اس نے ایک قوی ہیکل ہستی کو جنم دیا جس کا نام پان کو

تھا۔ جب پان کو مرنے لگا تو اس کی آخری سانس سے ہوا پیدا ہوئی۔ کراہنے سے بادل کی گرج بنی، بائیں آنکھ سے سورج، داہنی آنکھ سے چاند، اس کی رگوں کے خون سے دریا، گوشت سے زمین اور اس کے بالوں سے جنگل پیدا ہو گئے۔

قدیم چینی مذہب میں مقدس ماں شاید معبود نہیں تھی، اور اس کے سوا کسی اور دیوی کا کوئی ذکر بھی نہیں ملتا۔ اُن کے خیال میں عورت دوسرے درجہ کی ایک مخلوق تھی، ماں سے محبت کے باوجود، دنیا کی دوسری دیومالاؤں کی طرح اس کا درجہ معبود کا نہیں ہے۔ وہ عورتوں میں محبت کے قائل تو تھے مگر جلال وجبروت اور قوت و توانائی شاید نہیں تسلیم کرتے تھے۔ حالانکہ وہ باپ کی پوجا کو واجب سمجھتے تھے۔

چینی عقیدہ میں ساری مؤنث ارواح کے مجموعہ کا نام اِیا ہے اور ساری مذکر ارواح کے مجموعہ کا نام یوانگ ہے ساری کائنات ان ہی دونوں کے اقتران جسمانی سے پیدا ہوئی ہے۔ خدائے مطلق تھیان کو ہی کہیں یوانگ کا نام دیا جاتا تھا۔ اور اِیا زمین ہی کا نام سمجھا جاتا تھا۔ اور کہیں آفتاب، تھیان، اور یوانگ تینوں ایک ہی ہستی کے نام بتائے جاتے تھے۔

تاؤمت

اگرچہ بعض یورپین حضرات تاؤمت کے بانی لاؤزے کی شخصیت کو محض افسانہ قرار دیتے ہیں چنانچہ انسائیکلوپیڈیا آف ریلجنز اینڈ ایتھکس میں ایسے حضرات کا قول منقول ہے۔ جو لاؤزے کے تاریخی وجود کو نہیں تسلیم کرتے۔ لیکن زیادہ تر محققین تاؤمت کے بانی لاؤزے کی شخصیت کو تاریخی اور حقیقی شخصیت سمجھتے ہیں۔ اور چینی علماء میں تو سب ہی لاؤزے کو تاؤمت کا بانی اور ایک عظیم المرتبت بتاتے ہیں۔ ہماری رائے بھی یہی ہے کہ لاؤزے کے وجود تاریخی سے انکار کی کوئی وجہ موجود نہیں، اس لئے چینیوں کا یہ بیان صحیح ہو سکتا ہے کہ لاؤزے چین کے سب سے مقبول و مروج مذہب تاؤمت کا بانی تھا۔

لاؤزے کا نام لی پہ یانگ تھا۔ جب اس کی تعلیمات پھیلیں اور لوگ اس کے بہ کثرت معتقد ہو گئے تو اس کا لقب لاؤزے (جہاں دیدہ مفکر) ہو گیا اور زمانہ مابعد میں وہ اسی نام سے مشہور ہوا۔

لاؤزے چین کی ریاست تسو میں ۶۰۴ قبل المسیح میں پیدا ہوا۔ وہ دوسرے عظیم فلسفی کنفیوشیوس سے ۵۲ سال پہلے پیدا ہوا تھا۔ جن لوگوں نے لاؤزے کو کنفیوشیوس کا معاصر قرار دیا ہے۔ انھوں نے غلطی کی ہے اس سے انکار نہیں کہ کنفیوشیوس (متولد ۵۵۱ قبل المسیح و متوفی ۴۷۸ قبل المسیح) کی جوانی کا زمانہ لاؤزے کی ضعیفی کے زمانہ سے مل جاتا ہے۔ لیکن جب کنفیوشیوس کی تعلیمات شروع ہوئی تھیں، اس وقت تک تاؤمت کو قبولیت عامہ حاصل ہو چکی تھی۔ اس لئے چینی عقاید و اعمال پر اثر انداز ہونے والی تعلیمات میں لاؤزے کی تعلیمات کو تقدم زمانی حاصل ہے۔

لاؤزے ایک غریب چینی کسان کے گھر پیدا ہوا تھا۔ اس کو کمنی ہی میں شاہی کتب خانہ میں نوکری مل گئی اور وہ کتب خانہ میں برسہا برس تک ملازمت کرتا رہا۔ اس زمانہ میں اسے کتابوں کے وسیع مطالعہ کا موقع ملا۔ اس کی عقل اور اس کے افکار میں پختگی آ گئی۔ اس مدت میں لاؤزے سے بہت سے لوگوں نے تعلیم حاصل کی۔ اور اس کے افکار سارے ملک میں پھیل گئے۔ اس کے بعد سیاسی انقلابات اور دربار چین میں تبدیلیوں نے اسے ترک ملازمت پر مجبور کر دیا۔ ملازمت سے الگ ہو جانے کے بعد لاؤزے نے اپنی زندگی اپنے افکار کے پھیلانے میں صرف کر دی۔ اس دوران میں ارباب اقتدار کے ہاتھوں اسے بہت سی تکالیف سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ یہاں تک کہ نوے سال کی عمر میں اسے وطن چھوڑ کر چین سے باہر چلا جانا پڑا سرحد کے ایک افسر نے جو اس کی علمی قابلیت سے متاثر تھا، اسے اپنے گھر میں چھپا رکھا اور

اور بہ اصرار تمام اس سے اپنی تعلیمات کا خلاصہ لکھوایا۔ یہ کتابچہ صرف ۷۰ صفحات کا ایک رسالہ ہے جس کا نام اس نے تاؤ تہ کنگ رکھا ہے۔ اس کے معنی ہیں کتاب دانش یا عقل مندی کی کتاب۔ لاؤزے نے یہ کتاب لکھ کر افسر کے حوالہ کی، اور کہیں چلا گیا، اس کے بعد نہیں معلوم کہ لاؤزے پر کیا گزری، کب اور کہاں اس نے وفات پائی۔

لاؤزے کی کتاب تاؤ تہ کنگ کا نصف حصہ انتہائی مختصر اور چھوٹے چھوٹے جملوں پر مشتمل ہے اور تقریباً ناقابل فہم ہے باقی نصف سے کچھ کم حصہ نسبتاً آسان ہے اور اس کا مفہوم کچھ نہ کچھ سمجھ میں آجاتا ہے۔

تاؤ

لاؤزے اپنی کتاب میں یہ بتاتا ہے کہ خوشی اور مسرت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ تاؤ کے احکام کی پیروی کی جائے۔ لیکن وہ نہیں بتاتا ہے کہ تاؤ کیا ہے اور کون ہے۔ اس ابہام کی وجہ سے زمانہ مابعد کے مصنفین نے تاؤ کے مختلف معانی بتائے ہیں۔ کوئی کہتا کہ اس سے مراد عقل ہے۔ کوئی ہستی قدیم و ازلی بتاتا ہے کوئی امن کی راہ اور کوئی اصول قانون سے لفظ تاؤ کی تفسیر کرتا ہے۔

تاؤمت کے مستند مفسر چنگ زے اور تاؤ فلسفہ کے سب سے بڑے ماہر ہوائی مان تزو کی تشریح کے بموجب تاؤ کی حسب ذیل صفات ثابت ہوتی ہیں۔

تاؤ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

تاؤ ہی آسمان و زمین کو قائم رکھتا ہے۔

تاؤ لامحدود ہے۔ اس کا کوئی جسم نہیں لیکن کوئی جسم اس سے خالی نہیں ہے۔ وہ زمین و آسمان کی ہر چیز میں موجود ہے۔

تاؤ کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

تاؤ ہی ہر چیز کو عدم سے وجود میں لانے والا ہے اور وہی ساری کائنات کا پروردگار بھی ہے چاند، سورج، ہوا اور بادل سب اسی کے اختیار میں ہیں۔

تاؤ، بہت ہی لطیف ہے کوئی اسے دیکھ نہیں سکتا۔ لیکن وہ سب کو دیکھتا ہے

تاؤ، کبھی کوئی کام بے مقصد اور بے فائدہ نہیں کرتا۔

ان صفات پر غور کرنے کے بعد ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ صفات ایک ہستی مطلق، قادر مطلق اور خالق کائنات کی صفات ہو سکتی ہیں لیکن خود لاؤزے کا قول یہ ہے کہ ہم تاؤ کے متعلق کچھ نہیں جانتے اور نہ کبھی جان سکتے ہیں۔ ہم صرف اسی قدر جانتے ہیں کہ تاؤ ہے۔ اور بس اس سے زیادہ جاننا ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔

لاؤزے یہ تاکید تو کرتا ہے کہ انسان کو تاؤ کی پیروی کرنی چاہیئے۔ لیکن یہ نہیں بتاتا کہ تاؤ کی پیروی کرنے کے لئے اس کی منشا کے معلوم کرنے کا راستہ کیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انسان اپنے آپ کو فطرت کے سپرد کردے اپنے قصد وارادہ سے کچھ نہ کرے۔ یہ مذہب صرف تارک الدنیا صحرانشینوں ہی کا مذہب ہو سکتا ہے۔ تاؤمت میں اسی وجہ سے انسان کے لئے اپنے قصد وارادہ سے کوئی عمل کرنا پسندیدہ عمل نہیں ہے۔ اس دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ تاؤ کرتا ہے اور انسان اسی دنیا کا ایک جزو ہے، اسے چاہیئے کہ اپنے قصد وارادہ کو تاؤ کے قصد وارادہ سے ہم آہنگ رکھے۔ جو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے اس سے اچھا سلوک کرے اور جو اس کے ساتھ برا سلوک کرے اس سے بھی اچھا ہی سلوک کرے۔ اسی لئے تاؤمت میں مجرم کو سزا دینا بھی گناہ ہے۔ قاتل کو پھانسی دینا بھی گناہ ہے اور چور کو سزا دینا بھی انتہا درجہ کی بری بات ہے۔ تاؤمت میں اچھا اعمال

کرنے والوں کو مرنے کے بعد آرام کی زندگی میسر آنے کا تصور تو موجود ہے لیکن بُرے اعمال پر سزا کا کوئی تصور نہیں ہے۔

عملی زندگی میں لاؤزے کا مذہب چل نہیں سکتا تھا اور نہ کوئی معاشرہ اس کے تقاضوں کو پورا کر سکتا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ لاؤزے کے بعد لوگوں نے اس مذہب میں اتنی ترمیمیں کر دیں کہ یہ کچھ سے کچھ ہو گیا۔ باپ دادا کی پرستش پہلے ہی سے موجود تھی، اور مظاہر پرستی بھی رائج ہو چکی تھی۔ لاؤزے کے بعد مظاہر پرستی میں بہت ترقی ہوئی اور ہر چیز قابل پرستش قرار پائی۔ چاند، سورج، ستارے، زمین، ہوا، بادل، سانپ چوہے، باپ دادا کی قبریں، بادشاہوں اور سورماؤں کی مورتیاں سب کی پوجا ہونے لگی۔ تاؤ کی قوتوں کا مظہر قرار دے کر بہت سی ارواح خبیثہ کے انسانی زندگی پر اثر انداز ہونے کا عقیدہ پیدا ہوا۔ پھر ان سے نجات کے لئے جادو، ٹونے، ٹوٹکے، جھاڑ پھونک نے چینیوں کی زندگی میں جگہ حاصل کر لی۔ اسی طرح تاؤمت میں آبا پرستی باپ دادا کی قبروں کی زیارت، اُن پر پھول چڑھانا اور اُن سے خاندان کی خوشحالی کے لئے التجا کرنے کا طریقہ جو چینیوں میں پہلے ہی سے موجود تھا لاؤزے کی تعلیمات سے بہت زیادہ ترقی کر گیا۔ دوسروں سے اچھا سلوک اور خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنے پر لاؤزے نے اتنا زور دیا کہ حد اعتدال سے بڑھ گیا۔ اور عوام نے یہ سمجھ لیا کہ مذہبی تعلیمات پر پوری طرح عمل پیرا ہونا عام آدمیوں کے لئے ممکن ہی نہیں۔ ایک تو ویسے ہی لاؤزے کے خالص فلسفیانہ افکار کو سمجھنا عام آدمی کے لئے ممکن نہ تھا۔ اس پر مزید یہ صورت پیدا ہو گئی کہ اس عظیم المرتبت فلسفی کے اخلاقی احکام کی تعمیل ناممکن نظر آئی۔ عوام نے اپنے لئے اوہام اور ٹونے ٹوٹکے وغیرہ، جھاڑ پھونک اور سحر و افسون میں تسکین کا

سامان پایا۔ اور ان ہی باتوں کے پابند ہو گئے۔ ان حالات کے پیدا کرنے میں لاؤزے کے بعد پیدا ہونے والے فلسفیوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ عقلی موشگافیوں سے تاؤ کی مختصر مبہم سی کتاب کے ایک ایک جملہ کو متنوع معانی کا لباس پہنا دیا۔ ہر چیز میں تاؤ ہے اور ہر صورت میں تاؤ کی پرستش کی جانی چاہیئے۔ پھر کیا تھا ہر چیز دیوتا بن گئی۔ اور سب کی پوجا ہونے لگی۔ نعرہ بلند ہوا کہ ؎

ہر رنگ میں تو رنگی ہے کہیں زنگی ہے کہیں بھنگی ہے

اس سلسلہ میں چینی فلسفیوں کا نظریہ وحدۃ الوجود زمانۂ مابعد والوں سے بڑھا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

کنفیوشیوس

چین کے مذہبی افکار کو جس دوسرے عظیم الشان فلسفی نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ حکیم کنفیوشیوس ہے اس کا خاندانی نام کُنگ ہے۔ فوزے بمعنی فلسفی و عالم کا اضافہ اس کی شہرت کے بعد ہوا۔ اس طرح اس کا نام کُنگ فوزے مشہور ہو گیا۔ یہی کُنگ فوزے غیر چینی علمار کے تلفظ میں بگڑ کر کنفیوشیوس بن گیا۔

کُنگ ملک چین کے ضلع سُو (صوبہ لُو) کے ایک گاؤں میں ۵۵۱ یا ۵۵۰ قبل المسیح میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ ایک نامور فوجی تھا جس کی جرأت و بہادری کے قصے بہت مشہور تھے۔ کُنگ بڑی تمناؤں، دعاؤں اور منتوں کے بعد اپنے باپ کی بڑی عمر ہو چکنے کے بعد پیدا ہوا تھا۔ ابھی کُنگ کی عمر صرف تین سال کی ہوئی تھی کہ اس کے باپ کا انتقال ہو گیا۔ بیوہ ماں اس کی تعلیم کا خاطر خواہ بندوبست نہ کر سکی۔ اس لئے اس نے اپنی ابتدائی عمر میں نوشت وخواند اور سادہ گنتی اور حساب سے زیادہ تعلیم نہیں حاصل کی۔ ۱۲ سال کی عمر سے اس نے محنت مزدوری کرنی شروع

کی اور علم حاصل کرنے کی طرف اپنے شوق سے متوجہ ہوا، ۱۵ سال کی عمر میں اس کی شادی ہو گئی۔ کنفیوشیوس کی یہ بیوی پچاس سال تک اس کی رفیقۂ حیات رہی۔ ان کے باہمی تعلقات خوشگوار رہے۔ خوش قسمتی سے اسے شادی کے بعد ہی توشہ خانہ سرکاری میں ملازمت مل گئی۔ اس نے اتنا اچھا کام کیا کہ اُسے جاگیردار کی زمین خالصہ کا نگران بنا دیا گیا ملازمت کے دوران اس نے شاعری، ادبیات نثر اور تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا۔ آخر میں وہ سیاسیات سے متعلق کتابوں کے مطالعہ میں زیادہ وقت صرف کرنے لگا۔ جلد ہی اس کے گھر میں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اس کی وجہ سے وہ سرکاری ملازمت کو چھوڑ نہ سکا۔ وہ ہمیشہ ڈرتا رہا کہ ملازمت چھوڑ دی تو معاش کا ذریعہ بند ہو جانے کی وجہ سے وہ اپنے بچہ کی خاطر خواہ پرورش نہ کر سکے گا ورنہ اس کی تمنا یہ تھی کہ ملازمت سے مستعفی ہو کر اپنا سارا وقت مطالعۂ کتب میں صرف کر دے۔

جب حکیم کنفیوشیوس کی عمر ۲۳ یا ۲۴ سال کی ہوئی تو اس کی والدہ کا انتقال ہو گیا نوجوان کنفیوشیوس پر اس حادثہ کا اتنا سخت اثر ہوا کہ اس نے سرکاری ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور تین سال تک اپنی ماں کا سوگ مناتا رہا۔ اس زمانہ میں اس نے اپنے ملک کے سیاسی حالات کا بڑا گہرا مطالعہ کیا۔ اپنی عمر کے اٹھائیسویں سال سے کنفیوشیوس نے معلمی کا پیشہ اختیار کر لیا اور تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گیا۔ پانچ چھ سال کی قلیل مدت ہی میں بحیثیت معلم اس کی بڑی شہرت ہو گئی۔ اور شاگردوں کی تعداد تین ہزار تک پہنچ گئی۔

صوبہ لو کے وزیراعظم نے مرتے ہوئے اپنے لڑکے کو وصیت کی تھی کہ وہ حکیم کنفیوشیوس کے پاس جا کر علم حاصل کرے۔ باپ کی وفات کے بعد یہ نوجوان لڑکا حکیم کنفیوشیوس کی خدمت

میں آیا۔ اس وقت کنفیوشیوس کی عمر ۳۴ سال تھی۔ اس کو اپنے نوجوان شاگرد سے بڑی محبت پیدا ہوگئی۔ کچھ دنوں کے بعد ملک میں خانہ جنگی پیدا ہوگئی اور وزیرزادہ کو جان بچا کر ملک سے بھاگنا پڑا۔ حکیم کنفیوشیوس بھی اس لڑکے کے ساتھ وطن کو چھوڑ کر چلا گیا جلد ہی یہ خانہ جنگی ختم ہوگئی اور یہ دونوں پھر اپنے وطن میں واپس آگئے۔ ۵۲ سال کی عمر تک کنفیوشیوس اپنے پیشہ معلمی سے وابستہ رہا۔ اس کے بعد شہر چنگ ٹو کے لوگوں نے ان کو اپنے شہر کا مجسٹریٹ بنالیا۔ انہوں نے وہاں مفید اصلاحات نافذکیں اور شہر جلد ہی خوش حال ہوگیا۔ ہمسایہ ریاستوں کی ریشہ دوانیوں سے مجبور ہو کر اسے شہر چنگ ٹو کو بھی چھوڑنا پڑا۔

اس کے بعد ۱۳ سال تک وہ چین کی مختلف ریاستوں میں گھومتے رہے اور ہر جگہ اس کی کوشش کرتے رہے کہ کسی ریاست کا والی ان کے مشوروں سے ریاست کا نظم و نسق چلانے کو تیار ہو جائے۔ لیکن انہیں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ بالآخر وہ اپنے وطن واپس آگئے اور وہیں ۴۷۸ قبل المسیح میں وفات پائی۔

کنفیوشیوس کی تعلیمات سے واقفیت کا ہمارے پاس صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ اس کے پوتے کیہ کی کتاب ہے، اس کا نام اس نے اصول اعتدال رکھا ہے، اس میں کنفیوشیوس کے اقوال و تعلیمات کو ایک جگہ جمع کیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کنفیوشیوس نے بہت کتابوں کو مرتب کیا تھا، مگر اس کی اپنی تالیف صرف تاریخ چین کا ایک خلاصہ ہے۔ یہ ایک بڑی کتاب پر مقدمہ کی شکل میں ہے۔ کیہ کی کتاب اور تاریخ چین کے مقدمہ کا انگریزی ترجمہ ہوگیا ہے اور چھپ گیا ہے، ان کے علاوہ انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجنز اینڈ ایتھکس سے ضروری معلومات حاصل ہو سکتی ہے۔ کنفیوشیوس نے وحی والہام

کا کوئی دعویٰ نہیں کیا اور نہ علم لدنی یا پیدائشی علم کا مدعی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں ماضی کے حالات پڑھنے کا شوق رکھتا ہوں اور علم کو ماضی ہی میں تلاش کرتا ہوں۔ اس کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ ترک دنیا اور راہبانہ زندگی بہادری نہیں ہے۔ ہر حالت میں برائی کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔

۲۔ مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے۔ مردوں میں تصرف کا اختیار ہے۔ وہ خود بھی ساری عمر مردوں کو قربانیاں پیش کرتا رہا وہ نذر و نیاز کرتا تھا اور لوگوں کو اس کی تاکید کرتا تھا۔

۳۔ وہ مرنے کے بعد جزاء و سزاء کا قائل تھا مگر کسی ہستی مطلق کے وجود کا کوئی ذکر اس کے اقوال میں نہیں ملتا۔

۴۔ بادشاہ کی اطاعت ایک مذہبی فریضہ ہے۔ والدین کی اطاعت کی طرح یہ بھی واجب ہے۔

۵۔ اچھے اعمال پہ لوگوں کی تعریف کی جانی چاہیئے، انہیں انعام ملنا چاہیئے۔ اور بُرے اعمال کی سزا بھی ضرور دینی چاہیئے کوئی مجرم سزا سے بچنے نہ پائے، قاتل کو قتل کرو اور ظالم کو سزا دو۔

۶۔ لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کرو جیسا کہ تم دوسروں سے اپنے لئے چاہتے ہو۔

۷۔ اصلاح اخلاق کے لئے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ بغیر غور و فکر کے حاصل شدہ علم مہلک ثابت ہو سکتا ہے۔

کنفیوشیوس کا فلسفۂ اخلاق عملی فلسفہ ہے۔ وہ نہ تو تخلیق عالم کے بارے میں کچھ

کہتاہے، نہ حیات بعد الممات کے متعلق کوئی واضح بات اس نے کہی نہ وہ آواگون (تناسخ) کا ذکر کرتا ہے، اور نہ وہ اس سے انکار کرتا ہے۔ اس کی تعلیمات میں صرف اس بات پر زور دیا گیاہے کہ ہر آدمی کو دوسرے آدمی کے لئے اچھا آدمی ہونا چاہیئے۔ اور سب سے زیادہ بادشاہ اور افسران حکومت کو اچھا آدمی بننا چاہیئے۔ وہ زندگی بھر اس کی تمنا کرتا رہا کہ کوئی والئ ریاست اپنی ریاست اس کے سپرد کردے تو یہ دکھا دے کہ اچھی حکومت کیسی ہوتی ہے۔ لیکن اس کی یہ تمنا پوری نہ ہوسکی۔ البتہ اس کی وفات کے بعد ریاست لو کے بادشاہ نے اس کی یاد میں ایک عبادت گاہ بنوائی اور کنفیوشیوس کی پوجا ہونے لگی پھر اسے اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ سو کے شاہی خاندان کی معاندانہ روش اور ہان خاندان کی تاکمت سے بے پناہ وابستگی کے باوجود کنفیوشیوس کی مقبولیت اب تک قائم ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ کنفیوشیوس نے چین کے قدیم طریقہ آبار پرستی، مظاہر پرستی، اور ارواح پرستی کی نہ صرف مخالفت نہیں کی، بلکہ خود بھی ہمیشہ اسی طریقہ پر کاربند رہا۔

کنفیوشیوس کے مذہب کی سب سے زیادہ تائید مابعد میں پیدا ہونے والے ایک فلسفی مصنف مینشن (۲۷۱-۲۸۸) قبل المسیح نے کی۔ اور اس نے ملک چین کے چپہ چپہ میں اس کی اشاعت کی۔ اس کے بعد چین کے بعض والیان ریاست نے اسے سرکاری مذہب بھی قرار دیا۔

چونکہ کنفیوشیوس نے قدیم مذہبی تصورات کو نہیں چھیڑا بلکہ خود بھی ان ہی تصورات، نذر نیاز، روحوں سے استمداد اور آبار پرستی و مظاہر پرستی کا پابند رہا، اس لئے چین والوں میں اس سے کوئی مخالفت نہیں پیدا ہوئی۔ لیکن اس سے ایک عجیب

صورت پیدا ہوگئی کہ چین کے اکثر لوگ بیک وقت تاؤ مت اور کنفیوشیوس مت دونوں کے پیرو بن گئے۔ بلکہ تیسرے مذہب بدھ مت کو ملا کر تینوں مذہب کے بہ یک وقت قائل ہوگئے۔ حالانکہ ان کی تعلیمات میں کافی فرق پایا جاتا ہے۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ زمانی اعتبار سے ان تینوں مذاہب کے مابین کچھ بہت زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔

لاؤزے بانی تاؤ مت (۶۰۴ قبل المسیح تا ۵۱۴ قبل المسیح

کنفیوشیوس (۵۵۰ قبل المسیح تا ۴۷۸ قبل المسیح)

مہاتما بدھ بانی بدھ مت (۵۶۰ تا ۴۸۰ قبل المسیح)

مہابیر بانی جین مت (۵۷۰ تا ۴۶۷ قبل المسیح)

چونکہ تاؤ مت اور کنفیوشیوس نے کوئی خاص عقیدہ اور کوئی خاص طریقۂ عبادت کو پیش نہیں کیا بلکہ صرف اخلاقی تعلیمات کو دہرایا اور عملاً خود قدیم چینی عقائد و اعمال سے وابستہ رہے اس لئے چینیوں میں اصلاح مذہب کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکی۔ قدیم اوہام جیسے پہلے تھے ویسے ہی باقی رہ گئے۔ اور اب تک باقی ہیں۔